

ہاشم شاہ کی اردو غزلیات

ناصر رانا*

ABSTRACT:

Hashim Shah (1735 - 1843) born at Madiinah (K.S.A.) and burried at Tharpaal district Narowal was accredited as the poet of Punjabi but he wrote in Persian, Urdu and Hindi as well. His works are being disseminated since 1871 when his first book entitled "Sassi Punnu" was published from Lahore. Later "Sheerin Farhaad", "Dohray" and other books are being published one after other and it lasts up till now. Some of his works are still unpublished. His Urdu Poetry especially Ghazals are unprinted so far. The poet is contemporary of Nazeer Akbarabadi. His these Ghazals are in the form of manuscripts and are in custody of the poet's descendant Murtaz Ahmad Hashri. The language used by Hashim Shah also have some impressions from other language of the region. Here these rare Ghazals are being presented to the researchers of the times.

Keywords: Hashim Shah, poet, Punjabi.

ہاشم شاہ ۱۷۳۵ء میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۳ء میں جگ دیو ضلع امرت سر میں فوت ہونے کے بعد تھرپال ضلع نارووال میں دفن ہوئے۔ (۱) انہوں نے اپنی فکر کا اظہار صرف پنجابی زبان ہی میں نہیں کیا بلکہ ان کا کلام فارسی، اردو اور ہندی میں بھی ہے جو ابھی تک تشنہ اشاعت ہے۔ اگرچہ یہ سوال اہم ہے کہ اگر وہ سرزمین عرب پر پیدا ہوئے تو انہوں نے عربی کو بھی اظہار کا ذریعہ کیوں نہیں بنایا؟ بہر حال ان کے اعتراف فن کا تمام تر مدار ان کی پنجابی شاعری پر ہے جس پر ان کی شہرت کا محل ایستادہ ہے۔ پنجابی میں غلغلہ فکر فن کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے کلام میں سے تاحال پنجابی کلام ہی بالکل رامنظر عام پر آیا ہے جب کہ باقی زبانوں میں ان کی شاعری کے تاحال تذکرے ہی ہوئے ہیں۔ راقم نے ۲۰۱۱ء میں ان کے فارسی کلام پر ایک تحقیقی تعارف لکھا تھا (۲) اور اب کے اردو کلام پر ایک تحقیق پیش کی جا رہی ہے۔

ہاشم شاہ ایک اچھے طبیب اور عالم فاضل شخص تھے۔ انہوں نے قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ شعر گوئی کے ملکہ کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور ”شیریں فرہاد“، ”سوہنی مہینوال“ اور ”سسی پنوں“ وغیرہ جیسے رومانی قصوں کے علاوہ دوہے اور

* ڈاکٹر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور

مستزاد بھی لکھے۔ ان کی سات سی حرفیاں بھی شائع ہو چکی ہیں جن میں سے پانچ کو عنوانات کے تحت ”ہیر و رانجھا“، ”رانجھا“، ”سسی پنوں“، ”دُنیا نوں نصیحت“ اور ”حضرت پیران پیر“ رکھا گیا ہے جب کہ دو عام اخلاقی اور صوفیانہ موضوعات پر ہیں۔ یہ سارا کلام شدہ شدہ کوئی ڈیڑھ صدی سے شائع ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے لاہور سے اُن کا لکھا قصہ ”سسی پنوں“ ۱۸۷۱ء میں شائع ہوا۔ اس سے اگلے برس ”شیریں فرہاد“ ۱۸۷۲ء میں اور دو ہڑے (دوہے) ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئے۔ ۱۹۶۳ء اُن کی کلیات ”کارے“ کے نام سے سامنے آئی۔ پچھلے دس برس میں ہاشم شاہ کے نبیرہ ممتاز احمد ہاشمی کی کاوشوں سے اُن کا تقریباً پورا پنجابی کلام قلمی نسخوں کی مدد سے مستند اور مدون صورت میں شائع ہوا ہے۔ زبان، بیان اور دوسری شعری خوبیوں کے حوالے سے اُن کا سارا کلام فن کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے لیکن اس میں سے جس کو عوامی مقبولیت حاصل ہوئی وہ ’سسی پنوں‘ کا قصہ ہے اور یہ قصہ ’سی حرنی سسی پنوں‘ کے علاوہ ہے۔

ہاشم شاہ کی شہرت کا باعث بلاشبہ اُن کا پنجابی کلام ہے لیکن مندرجہ بالا بیان کے مطابق اُن کی کئی تحریریں اردو، فارسی اور ہندی میں بھی ریکارڈ پر ہیں۔ اُن کی وفات تک ان کی کوئی تحریر یا شعری فن پارہ پر لیس کے ذریعے منظر عام پر نہیں آیا لہذا بعد میں ان کے مریدین اور اولاد نے جو جو اور جس جس طرح پسند کیا، شائع کیا۔ جو شائع نہ ہو سکا اس میں سے معقول مقدار میں وقتاً فوقتاً خواہش مندوں نے نقل کر کے سنبھال لیا۔ بقول ممتاز احمد ہاشمی ان مخطوطوں کی ملک شاعر کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی۔ وہ لکھتے ہیں:

’ہاشم شاہ کے کلام اور حالات کے بارے قلمی نسخے دو حصوں میں منقسم اُن کے خاندان کے دو افراد کے پاس تھے۔ عالم شاہ اور مولوی محمد اکبر (ہاشم شاہ کی بالترتیب تیسری، چوتھی پشت (باپ بیٹا) کے پاس سسی پنوں، شیریں فرہاد، دو ہڑے، ڈیوڑھے، سی حرفیاں، باراں ماہ غوثیہ، بیاض، پوتھی حکمت، مناقب درشان حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت پیران پیر، فارسی، اردو اور ہندی کلام پر مشتمل سبھی تصانیف کے قلمی نسخے موجود تھے۔ اُن کے علاوہ غلام قادر شاہ اور ماسٹر غلام نبی قادری ہاشم شاہ کی بالترتیب تیسری اور چوتھی پشت (باپ بیٹا) کے پاس بھی متعدد قلمی نسخے موجود تھے۔‘ (۳)

ہم ہر دو شاخوں کے بزرگوں کے پاس محفوظ مخطوطے دیکھ چکے ہیں جو انہوں نے اپنے اپنے قلم سے نقل کر رکھے ہیں۔ ’سسی پنوں‘ مرتبہ ممتاز احمد ہاشمی کے پس سرورق پر مطبوعہ خاندانی شجرہ کے مطابق بھی ان بزرگوں کی جگہ تیسری اور چوتھی پشت میں بنتی ہے۔ (۴) لہذا شاعر کے کلام کی تجسیم اور تقسیم بھی بعد کے لوگوں کے فہم و ادراک کے مطابق بنتی بدلتی رہی۔ مذکورہ بزرگوں کے پاس موجود فارسی، اردو اور ہندی کلام بھی مختلف بیاضوں کی صورت ہی محفوظ رہا۔ مثلاً فارسی کلام

کئی نسخوں میں بکھرا ہوا ہے جس میں سے قلیل مقدار میں مختلف کتابوں کا حصہ بن کر منظر عام پر بھی آیا ہے۔ (۵)

فارسی شعر و سخن کی طرح شاعر کا اردو کلام بھی بکھرا ہوا ہے۔ ان بیاضوں میں سے ایک کو دیوان ہاشم کا نام دیا گیا۔ اگرچہ اس کا نام دیوان رکھا گیا ہے لیکن اس میں کل تہتر (۷۳) تخلیقات شامل ہیں جن میں سے اُنچاس فارسی ہیں، اٹھارہ اردو جب کہ باقی پنجابی ہیں۔ ان اٹھارہ تخلیقات میں سے ایک شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح جب کہ باقی پندرہ اردو غزلیں ہیں۔ (۶) یہ غزلیں پرانی طرز کی ہیں اور ان میں صوفیانہ رجحان کے مضامین اختیار کیے گئے ہیں جب کہ زبان فارسی آمیز ہے۔ ایک دو جگہ پنجابی رنگ اور دو تین جگہ ولی دکنی (۱۶۶۷ء تا ۱۷۰۷ء) کا لہجہ بھی جھلکتا ہے۔ ولی کے لہجے کی مثال کے طور پر دسویں غزل کا ایک اور گیارہویں غزل کے دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔

نابودگی کے حال کو مت پوچھ گل رُخوں سے
عشق سے پوچھ یا تو، بدریا حباب سے پوچھو (۷)

.....

جس طرح کا غم ہے میرے دل میں تجھ گمانی کا
واقف نہیں تو اب تک اس مرگ کی نشانی کا
تیرے عشق میں میں خلق سے بے گانہ ہو گیا
انسوس ہے جو پھر بھی بنے نہ تو یار جانی کا (۸)

ان غزلوں میں فنی حوالے سے کئی جگہ تلم بھی دکھائی دیتے ہیں جو اغلباً نقل در نقل کے عمل میں واقع ہوئے ہیں۔ عروض کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن صرف ایک فاش مثال زیر مطالعہ دوسری غزل میں دیکھ کر آگے بڑھتے ہیں۔ اس غزل کا آخری شعر عروض، معنویت اور قافیے کی کجی کے ساتھ محفوظ ہوا ہے۔ اس شعر کے پہلے مصرعے کی عروضی اور معنوی حیثیت کے علاوہ ”خاموں“، ”گم ناموں“ اور ”سیاہ فاموں“ وغیرہ کے قافیوں کے باوصف آخری شعر میں قافیہ ”پادامن“ آ رہا ہے۔ مثال کے لیے غزل کے پہلے تین شعرا اور پھر مقطع ملاحظہ فرمائیے۔

خاص لوگوں میں جو ہے دیکھا وہی خاموں کے بیچ
پختہ مغروروں میں جو تھا بولا وہی خاموں کے بیچ
آتش کوہِ گراں و آتشِ چچِ مخِ بکھشت
نام داروں میں ہوا ظاہر سو گم ناموں کے بیچ
عزت و حرمت غرورت میں جو ہے صاحبِ شکوہ
غرق حیرت میں ہوا وہی ہے ناکاموں کے بیچ

مقطع

تو نہیں وہی ہے حس و حرکت ہے جسے
ہو کے منصف دیکھ اپنے منہ کو پا دامن کے بیچ (۹)

اگرچہ ہاشم نے اردو کے معروف شاعر نظیر اکبر آبادی (۱۸۳۵ء تا ۱۸۳۰ء) کا زمانہ پایا لیکن وہ جزوی طور پر میر تقی میر (۱۷۲۳ء تا ۱۸۱۰ء) اور خواجہ حیدر علی آتش (۱۷۶۲ء تا ۱۸۳۶ء) کے بھی ہم عصر ہیں۔ جب کہ غلام ہمدانی مصحفی (۱۷۵۱ء تا ۱۸۲۴ء) کے بھی قریب کے زمانے میں ہیں۔ وہ انگریزی شاعر جان کیٹس (۱۷۹۵ء تا ۱۸۲۱ء) اور پی بی شیلے (۱۷۹۲ء تا ۱۸۲۲ء) وغیرہ سے پہلے گزرے ہیں۔ لیکن اُس زمانے میں پنجاب کے شاعروں کو انگریز شعراء کی اور انگریزی شعراء کو پنجاب میں ہونے والی شاعری کی خبر ہونے کے کوئی آثار نہیں ملتے۔ ربط تو ہاشم شاہ اور اُس عہد کے معروف اردو شعراء کے مابین بھی دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کا کوئی طبعی جواز دکھائی دیتا ہے۔

ہاشم شاہ کی غزلوں میں فارسی آمیزش نمایاں ہے۔ کئی جگہ چند اردو الفاظ کے ساتھ پورا پورا شعر فارسی میں ہے اور کئی مقامات پر پورے کا پورا شعر ہی فارسی کا آ گیا ہے۔ مثال کے طور پر تیسری غزل کا پانچواں اور ساتواں شعر دیکھیے جن میں اردو الفاظ گنتی کے آئے ہیں۔

ہمتِ مرداں مجو تصویرِ نامرداں بدال
چوں زناں از رنگ و بود آں کس کہ خوش روئی کرے (۱۰)

.....

گر نصیحت می کند رسوا شود بسیار گو
کم زبانی جو ہر است آں گرچہ بدگوئی کرے (۱۱)

یہی صورت پانچویں اور چھٹی غزل میں بھی ہے۔ ان دونوں غزلوں کے تقریباً تمام اشعار درج بالا صورت میں فارسی غلبہ رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر محولہ غزلوں میں سے دوسری کا آٹھواں اور نواں شعر دیکھیے۔

جو فیل زیر قدم کرد نفسِ خونی را
ز روئے عقل نہایت یہ فیل بانی ہے

اور ے

دلِ راحت دیدارِ محی الدین کرد
بدال بخت سکندر نہ اُس کا ثانی ہے (۱۲)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شاعر کے پنجابی، اردو، فارسی کلام میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ عقیدت بار بار سامنے آتی ہے۔ جیسا کہ ابھی آپ نے ملاحظہ کیا کہ چھٹی غزل کا مثال کے طور پر پیش کیا گیا شعر اس کا مظہر ہے۔ ہاشم شاہ کے ہاں عقیدت ایک مستقل موضوع ہے۔ یہ موضوع ان غزلوں میں بھی جاری ہے۔ مثال کے طور پر تیرھویں غزل کا مقطع ملاحظہ فرمائیے۔

خود خدا دیدم بہر ذرات و در ہر اک خیال

ہادی ہاشم چو آں محبوبِ سبحانی ہوا (۱۳)

پانچویں غزل کا مقطع دیکھیے

گدائی بر در شاہِ عجم شو اے ہاشم

کہ ہست دولت جاوید اس گدائی بیچ (۱۴)

اسی طرح چودھویں غزل کا مقطع بھی شیخ سے نسبت رکھتا ہے۔ دیکھیے۔

تمہارا آسرا رکھتا ہے یا محبوبِ سبحانی

وگر نہ کس طرح ہاشم خوشی آرام سے سوتا (۱۵)

اردو کے عہدِ زریں کا یہ دور افتادہ شاعر قدیم الفاظ مثلاً: 'تیں'، 'تیں'، 'سوں' اور 'کسو' وغیرہ بھی استعمال کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ان غزلوں میں ان چاروں الفاظ کے استعمال کی مثالیں پیش ہیں۔ پہلے 'تیں' کا استعمال ملاحظہ کیجیے جس میں ولی کا رنگ بھی نمایاں ہے۔

اے گل بدن! لیا تیں میرا دل نظر کے بیچ

آتا نہیں علاج کچھ میری سمجھ کے بیچ (۱۶)

'تیں' کے بعد 'تیں' کا برتاؤ پیش ہے۔

جس نے دیکھا ہے سرو گل اندام تجھ تیں

مہ و آفتاب پردہ دربار ہو گئے (۱۷)

لفظ 'سے' کی بہ جائے 'سوں' کے استعمال کی صورتیں ہاشم شاہ کے ہاں بھی نکلی ہیں۔ درج ذیل شعر میں فارسی لفظ 'دُکان' کو ضرورتِ شعری کے تحت 'دکان' برتا گیا ہے۔ مثال دیکھیے۔

قربان یک ادا سوں دل و جان ہو رہے
گویا غم فراق کی دوکان ہو رہے (۱۸)

اور اب استعمال کیے گئے قدیم الفاظ میں سے 'کسو' ولی کے ہاں دکنی اثرات کا یہ لفظ اردو کے لفظ 'کسی' کا ہم معنی ہے اور ہاشم شاہ کے ہاں اُن کی چوتھی غزل کے مقطعے میں یوں برتا گیا ہے۔

کہا ہے سب کسو ہاشم سب بن کچھ نہیں ہوتا
مگر جس کو خدا چاہے بنا اسباب ہو جاوے (۱۹)

یہاں ہندی پنجابی اثرات کے دو شعر بھی ملاحظہ فرمائیے۔ پہلے پندرہویں غزل کا دوسرا شعر دیکھیے جس میں ہندی پنجابی لفظ 'درش' دیدار کے معنوں میں آیا ہے۔

ایسے پھنسے درش کی ہم آرزو کے بیچ
گھر بار سب ویران و بیابان ہو رہے (۲۰)

اور اب دو اشعار پنجابی آمیزش کی مثال کے ساتھ۔ پہلے چودھویں غزل کا دوسرا شعر ملاحظہ کیجیے جس میں 'چھ لاکھ سال' کہنے کی بجائے ضرورت شعری اُن سے 'چھ لاکھ سال' کہلا رہی ہے اور پھر پندرہویں غزل کا پانچواں شعر جس میں بغیر کے معنوں میں لفظ 'بنا' استعمال ہوا ہے۔

تمہارا آسرا لے کر اگرچہ سرکشی کرتا
تو چھ لاکھ سال کی طاعت پلک میں کس طرح کھوتا (۲۱)

.....

دیکھے بناں یہ نین نہیں رہتے سر رہے
دشمن ہزار دست و گریبان ہو رہے (۲۲)

حرف ناصح کے طور پر اُن کا ایک شعر دیکھیے۔

دیکھ! درویشی سوا جگ میں کہیں فرحت نہیں
ہے تجھے گر ہوش مل بیٹھ درویشوں کے بیچ (۲۳)

ہاشم کے بعض اشعار تو اپنے حسن، دلکشی اور رعنائی کے باعث دلوں میں جگہ بناتے ہیں۔ اُن کے ایسے صرف دو اشعار مثال کی خاطر پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلا شعر بارہویں غزل کا مطلع ہے جب کہ دوسرا تیرہویں غزل کا چھٹا شعر۔

اے دل رُبا! شیریں زباں! انصاف کرتا کیوں نہیں؟
تُجھ چھوڑ کر جاؤں کہاں؟ انصاف کرتا کیوں نہیں؟ (۲۳)

.....

خود شُد مرض و مریض و مالک و خود شُد دوا
برسرش خود مرض داں دانائے یونانی ہوا (۲۵)

یہاں ایک شعر اور ملاحظہ فرمائیے۔ یہ زیر مطالعہ سلاہویں غزل کا چوتھا شعر ہے۔

مجدوب کس طرح ہیں؟ سالک ہیں ہم میاں
یاروں کے یار، اوروں سے بے زار ہم ہوئے (۲۶)

یہاں ریکارڈ کی خاطر محمد ہاشم شاہ کی یہ سترہ اردو غزلیات پیش کی جا رہی ہیں جن میں سب سے طویل پانچویں غزل ہے جس کے اشعار کی تعداد گیارہ ہے جب کہ گیارہویں مختصر ترین غزل ہے جو صرف چار اشعار پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بارہویں غزل میں قافیہ استعمال نہیں ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یہ صرف ردیف پر مشتمل غزل یک گونہ معرّی صورت رکھتی ہے۔ غزلیں پیش خدمت ہیں:

۱

تیز رفتاری وہم طبع عتابی چاہیے	شوخ چشموں کی طرح وضع شرابی چاہیے
نازک و پُر خوف یہ شیشہ گلابی چاہیے	نگہ دار و دل عاشق زمیں مکرِ خام
پُختگی حاصل کرے اُس کو خرابی چاہیے	طالبِ جاناں ہو تو عزت و حرمت چہ کار
چین اُو باریک چوں جدول کتابی چاہیے	زُلف و خط بر رُخ نئے زبید چو بے حکمت بود
ہر طرح در جستجویش اضطرابی چاہیے	عیب ہے آرام طلب کو طلب گاری کے بیچ
جو پڑا اِس بیچ اُس کو انقلابی چاہیے	کشتی دریائے گردوں ہے سدا در انقلاب
گرم تر آں بچو دُکانِ کبابی چاہیے	در تنِ عشاق سوزِ دل کمی ہرگز مباد
پس ترا ہم بر مُرادِ خود شتابی چاہیے	دور در قطعِ عمر پھرتا ہے بس تیزاے عزیز
آہ و سوز و داغِ دل چشمش شہابی چاہیے	گر نہ مر جاوے ہجر میں یہ تو واجب ہے ضرور
آدمی کی ہر طرح سے کامیابی چاہیے (۲۷)	کچھ نہیں معلوم ہاشم کیا لکھا قسمت منے

۲

پختہ مغروروں میں جو تھا بولا وہی خاموں کے بیچ
 نامداروں میں ہوا ظاہر سو گم ناموں کے بیچ
 غرق حیرت میں ہوا وہی ہے ناکاموں کے بیچ
 در خرابانے پڑا ہے نا سر انجاموں کے بیچ
 صاحبِ ساماں وہی ہے جو ہے بے سامانوں کے بیچ
 ماہِ رُوؤں میں وہی ہے جو ہے سیاہ فاموں کے بیچ
 ہو کے منصف دیکھا اپنے مُنہ کو پادامن کے بیچ (۲۸)

خاص لوگوں میں جو ہے دیکھا وہی عاموں کے بیچ
 آتشِ کوہِ گراں و آتشِ چُجّ مَحْ بکھشت
 عزت و حرمتِ غرورت میں جو ہے صاحبِ شکوہ
 زاہد و عابد کی صورت میں ہوا عزلتِ نشیں
 ہو نظر بازوں کا طالب تا نظر آوے تجھے
 دیکھ ہر صورتِ منے ظاہر ہے تیرا مدعا
 تو نہیں وہی ہے حس و حرکت ہے جسے

۳

ہے ولی ہر مکاں ہر دمِ رضاء جوئی کرے
 راست گو کہتے ہیں اُس کو ہو بہو ہوئی کرے
 ظاہرِ خلقتِ منے وہ خواہ بد خوئی کرے
 یہ نہیں شرفِ ادب جو کچھ کہے سوئی کرے
 چوں زناں از رنگ و بو آنکس کہ خوش روئی کرے
 نہ کہ از چوبِ ستوں بالکل یک ڈوئی کرے
 کم زبانی جو ہر است آں گرچہ بد گوئی کرے
 طبعِ تو ہاشم اگر صدرہ تنگ و پوئی کرے (۲۹)

اولیاء ہوتا ہے جو دعوے سے دلِ شوئی کرے
 پیشِ دُنیا قطرہ کب ر و دار ہوتا ہے میاں
 ہے وہی عارف پڑا جسِ دلِ منے نقشِ فنا
 ہے غلامی کی صفت بہبودِ خود سمجھا کرے
 ہمتِ مرداں مجو تصویرِ نامرداں بدایاں
 مردِ دانا ہے وہی جو اندک چیز را فزوں کند
 گر نصیحتِ می کُند رُسا شود بسیار گو
 کنہ بیچوں نیاید در خیالِ ایں خیال

۴

مقررِ عیشِ دُنیا کا اُسے سب خواب ہو جاوے
 جنوں کی موج میں جس کا جو دلِ غرقاب ہو جاوے
 ہمیشہ اشک کے گردے جسے گرداب ہو جاوے
 ہوا تھا آب سے جیوں کر پگھل کر آب ہو جاوے
 اگر بے تاب ہووے تو وہاں پھرتا ہو جاوے

ہجر کے سوز سے جس کا جگر خوں ناب ہو جاوے
 حقیقتِ نُوح کے طوفاں کی خاطر بیچ کب لاوے
 بچے کہو کس طرح دنیا سے وہ عاجز جو پلِ پل میں
 مژہ کی یہ گہر باری نگاہ ہے کن بدر باری
 سخن کی دیکھ پیشانی کے جلوے کو جو سمجھے

دیکھا ہے ناتواں ہو کر وہاں سُرخاب ہو جاوے
جو رکھتے ہیں فکر اپنا وہی جلاباب ہو جاوے
مگر جس کو خُدا چاہے بنا اسباب ہو جاوے (۳۰)

حُسن کی شہ پری آگے اگر شہباز دل ہووے
خُدا کی سُرِ غیبی کو خردنی کچھ نہیں سمجھا
کہا ہے سب کو ہاشم سبب دین کچھ نہیں ہوتا

۵

مگر ہو یار کوئی خُوب دل رُبائی نیچ
دلیل اپنی صحیح کر مگر وفائی نیچ
فلک حسود ہے ہر حال اس جُدائی نیچ
حاب وار ہے دریائی اس خُدائی نیچ
عجب خیال و ظہور است خاکپائی نیچ
چہ چیز شمع تیرے مکھ کی روشنائی نیچ
ہزار نکتہ ہوش است خوش نمائی نیچ
بس است خطرہ آفات پارسائی نیچ
کہ کار فقر تمام است بے ریائی نیچ
بخویش گر نہ شود بے ریا صفائی نیچ
کہ ہست دولت جاوید اس گدائی نیچ (۳۱)

گزار عمر جہاں نیچ، آشنائی نیچ
اگرچہ ہست جہاں جملہ بے وفا آخر
شمار دم کو غنیمت وصالِ جاناں میں
مباش جگ میں کبھی تڑش رو سمجھاے دل
مُرادِ سرکشی آخر بود تبر خوردن
بروز ماہ مٹور نئے شود اے یار
چو گل بھجن چمن نشین و خوش بھماء
بنائے زہد منہ در دل خود اے زاہد
بر و بکوائے خرافات شو ملامت کش
ضمیر آئینہ دار است می کشد ہمہ را
گدائی بردر شاہ عجم شو اے ہاشم

۶

مگر ہے خوب وہی جب تک جوانی ہے
ولے کجا چو جوانی میں کامرانی ہے
جہاں چو مرغِ دوئیست دو زبانی ہے
نشانِ حق تو ہمیں داں کہ بے نشانی ہے
دے کہ سوزِ خدا ہست مہربانی ہے
بروں ز سنگ گدا و عجب کمائی ہے
وفا و اہل حیا ہست جو گمانی ہے

مُرادِ دل کی جہاں نیچ زندگانی ہے
اگرچہ پیر بسا تر بزرگئی دارد
ثناء و ہجو فریب است ہر دو دشمن من
یتیم طبع صنم لولیاں دارد
عتاب و فضلِ خُدا چہاں بود دریافت
کمانِ ابرو و تیر مژہ چہیں نرم است
ہر آنکہ غیر خُدا ہست او نشانی دارد

ز روئے عقل نہایت یہ فیل بانی ہے
بداں بختِ سکندر نہ اُس کا ثانی ہے
جو اُس جناب سے انعامِ جاودانی ہے (۳۲)

جو فیل زیرِ قدم کرد نفسِ نُونی را
دلِ راحت دیدارِ محی الدین دارد
بخواہ از درِ بغدادِ غرضِ خود ہاشم

۷

آتا نہیں علاج کچھ میری سمجھ کے بچ
دیگر جلا ہوں اے جاں تیرے ہجر کے بچ
آتشِ جنوں کی آ کے پڑی ہے صبر کے بچ
یہ کیا نشہ ہے تیری اس خمر کے بچ
کار دہو دھس گئی ہے جنوں کی جگر کے بچ
جا کر پھنسا ہے دل چو گس اس شکر کے بچ
فریاد لے اٹھوں گا میں روزِ حشر کے بچ
لے کر پڑوں گا درد تیرا میں قبر کے بچ (۳۳)

اے گلِ بدن لیا تیں میرا دلِ نظر کے بچ
رُسا ہوا جہاں کی ملامت سے بے وقار
مجنوں صفتِ خراب ہوں شب و روز بے قرار
سُو لی چڑھا ہے خوش ہو رقیبوں کی خود بخود
تصویرِ تجھ حسن کی مصور نے کیا لکھی
شیریں دہن کا سُن کے سُنن مُبتلا ہوا
اے سنگِ دلِ خراب کیا مجھ کو جگ منے
ہاشم کو درِ عشق تو درِ لوحِ قسمت است

۸

جز یار کے جہاں سے بے زار ہو گئے
مہ و آفتابِ پردہ دربار ہو گئے
بے خبر اس بلا میں گرفتار ہو گئے
ناحق میں انتظارِ زخمِ دار ہو گئے
رُسا خرابِ کوچہ و بازار ہو گئے
جن کے جگر کے بچ ذوالفقار ہو گئے
جو پھنس گئے تو تب ہم لاچار ہو گئے
اپنی صلاحِ طبعِ خوار ہو گئے (۳۴)

جس وقت کے سخن سے اقرار ہو گئے
جس نے دیکھا ہے سر و گلِ اندامِ تجھ تیں
اے بواہوسِ رقیب نہیں دوس کچھ مجھے
کب جانتے تھے اس کو دامِ بلا کی ہے
اچانک خلل کے بچ چھپا آبرو گئی
سُنو رقیب اُن کو ہماری شناس ہے
دانش و عقل میں ہم تو تھے خوب باتمیز
خاموش ہو تو ہاشم کہنے کی جاء نہیں

۹

یہی ہے دفتر اپنے سیاہ کو دھونا
بھلا ہے اُس سے ہو مسکین خاک پر سونا
نہ عمر شہوت اور حرص و خواب میں کھونا
غضب ہے خار کو ایسی بہار میں بونا
نُمارِ گل نے چمن بیچ کب تلک ہونا (۳۵)

آپس کو بوجھ گنہ گار آہ سے رونا
بلا ہے جو دم دنیا کے عیش میں گزرے
صرف نہ کر جوانی کے روز عصیاں میں
جو سانس آتا ہے گوہر ہے بے بہا ہر ایک
خیال باندھ صحیح کر کے دیکھ اے ہاشم

۱۰

اس کی طرف کا سوز میرے دل کباب سے پوچھو
دیوانے کی رمز کو اس خراب سے پوچھو
آوارگی کی لذت آنسوئے پُر آب سے پوچھو
عاشق سے پوچھو یا تو بدریا حساب سے پوچھو
درد میرے کا جا سخن کو شتاب سے پوچھو (۳۶)

جادوگری کا طور سخن کے لقاب سے پوچھو
کیا پوچھتے ہو شیخ مشائخ سے اے میاں
کیا جانتا ہے بے غم، غم کی مُراد کو
نابودگی کے حال کو مت پوچھ گل رُخوں سے
لپ جاں ہوں ہاشم شاید کہ بیچ رہوں

۱۱

واقف نہیں تو اب تک اس مرگ کی نشانی کا
افسوس ہے جو پھر بھی بنے نہ تو یار جانی کا
یہ بھی مزہ ہے سمجھ تو اس جگ میں زندگانی کا
کیا اعتبار ہے سخن حُسن و جوانی کا (۳۷)

جس جس طرح کا غم ہے میرے دل میں تجھ گمانی کا
تیرے عشق میں میں خلق سے بے گانہ ہو گیا
کم و بیش درِ عشق میں دل ریش ہو جیے
گھائل دلوں کو دیکھ نہ مغرور ہو جیے

۱۲

تجھ چھوڑ کر جاؤں کہاں انصاف کرتا کیوں نہیں
ساکن تیرے دربار کا انصاف کرتا کیوں نہیں
انصاف گن انصاف گن انصاف کرتا کیوں نہیں
ہے پڑے پکارتے انصاف کرتا کیوں نہیں

اے دل رُبا شیریں زباں انصاف کرتا کیوں نہیں
طالب تیرے دیدار کا برچھا جو لاگا سار کا
اے بے وفا انصاف گن تقصیر میری معاف گن
مارے تیری تلوار کے گھائل تیرے دیدار کے

ہے ہے ہمیشہ کر رہا انصاف کرتا کیوں نہیں (۳۸)

ہاشم بے چارہ مر رہا، دربار تیرے پر رہا

۱۳

خود ہوا و لالہ و خود در نگہبانی ہوا
ہست گر باقی ولے در ظاہرا فانی ہوا
تخت طاوسی تماشا گاہِ سلطانی ہوا
ہو کے آبادی کی صورت باز ویرانی ہوا
خود خزاں ہو کر زحسرت در پریشانی ہوا
بر سرش خود مرض داں دانائے یونانی ہوا
خود شہد کنعان و خود آں ماہِ کنعانی ہوا
خود ثناء اہل ثناء خود در ثناء خوانی ہوا
ہادی ہاشم چو آں محبوب سُبجانی ہوا (۳۹)

خود ہوا دل بردہ و دل رفتہ، دل جانی ہوا
دیکھ کر ہجر و وصل کی لذت و ناز ہائے نیاز
گشت بازار و مینار و شہر بامِ بلند
شمع کافوری و تُوہت گاہ بر ہر کنگرہ
خود چمن، خود باغبان، خود گلشن و بادِ خزاں
خود شہد مرض و مریض و مالک و خود شہد دوا
خود حبش، خود حبشی و خود زنگی و خود زنگ بار
خود طلب خود طالب و مطلوب در ہر دوسرے
خود خدا دیدم بہر ذرات و در ہر اک خیال

۱۴

نہ ہوتا جو ہوا اُس کو ترا اقبال گر ہوتا
تو چھ لکھ سال کی طاعت پلک میں کس طرح کھوتا
عبادت، زہد و تقویٰ میں نہ تھی طاقت اسے دھوتا
رہا تھا جس طرح کا میں بدی کے بیچ کو بوتھا
تمہارا آسرا رکھتا ہے یا محبوب سُبجانی
وگرنہ کس طرح ہاشم خوشی آرام سے سوتا (۴۰)

در بغدادِ عالی پر اگر ابلیس جا روتا
تمہارا آسرا لے کر اگرچہ سرکشی کرتا
مری بد سر نوشتی کو مٹا کر پھر کیا مسعود
نہ بچتا یہ تمہارا سگ نہ ہوتے گر نگہباں تم
تمہارا آسرا رکھتا ہے یا محبوب سُبجانی
وگرنہ کس طرح ہاشم خوشی آرام سے سوتا (۴۰)

۱۵

گویا غمِ فراق کی دکان ہو رہے
گھر بار سب ویران و بیابان ہو رہے
گر صبر خاکِ تودہ چوگان ہو رہے

قربان یک ادا سوں دل و جان ہو گئے
ایسے پھنسنے درش کی ہم آرزو کے بیچ
طبع و مزاج سر پر سہتے ہیں دم بدم

مشہور دو جہاں میں شیطان ہو رہے
دُشمن ہزار دست و گریبان ہو رہے
ساجن اب تم ہمارے ایمان ہو رہے (۴۱)

خلقت کے بیچ ایسے ہوئے خوار اے میاں
دیکھے بناں یہ نین نہیں رہتے سر رہے
ہاشم سے مدعا کا سنو سخن آخری

۱۶

سنگیں دلاں بٹاں کے خریدار ہوئے
جب کہ وصل و ہجر کے خریدار ہوئے
بد راہ نہیں ہیں لائق خود کار ہوئے
یاروں کے یار اوروں سے بے زار ہوئے
اپنے مذہب کے بیچ خبردار ہوئے
اپنے جگر کے آپ ہی خوں خوار ہوئے
ایسے ہی جاں کباب دو چار ہوئے (۴۲)

از رو رقیب کب کے گنہگار ہوئے
اُمید دو جہاں سے ہم ہاتھ دھو رہے
آوارا اور نامہ سیاہ مجھ کو مت کہو
مجذوب کس طرح ہیں؟ سالک ہیں ہم میاں
کیوں کر کہے نہ زاہد و مشرک مجھے سجن
جور و جفائے غیر سے کیا خوف ہے مجھے
فرہاد و مجنوں ہاشم و پروانہ یتیم

۱۷

زار ہے گھائل پڑا لاچار پریشوں کے بیچ
ہے تجھے گر ہوش مل بیٹھ درویشوں کے بیچ
سُرخنی ہے عیاں بے شہہ درویشوں کے بیچ
لیک کیا بہتر چھپا ہے دیکھ بدکیشوں کے بیچ
تیرا دل جاتا ہے ہو کامل بداندیشوں کے بیچ
اب بھی لیتے ہیں سمجھ اکثر شتر میشوں کے بیچ (۴۳)

نگ و ناموسی سمجھ کر جو پھنسا خویشوں کے بیچ
دیکھ درویشی سوا جگ میں کہیں فرحت نہیں
زُہد و عبادت میں یقین تسخیر دُنیا ہے مگر
ہے وہی ہر جا و صورت خاص اُس کی ہے سبھی
صاف لوگوں سے ملے نا صاف ہو جاتا ہے صاف
شعر کے ہاشم نزاکت داں جو تھے سو وہ کہاں

مراجع و حواشی

- (۱) سسی پنوں مرتبہ سید ممتاز احمد ہاشمی، پاکستان پنجابی فکری سانچہ، لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۱۱ اور ۲۰
- (۲) محمد ہاشم شاہ کا فارسی کلام، ناصر رانا، ڈاکٹر، کاوش، شعبہ زبان و ادبیات فارسی، دانش گاہ جی سی، لاہور، شمارہ ۱۲، ۱۱-۲۰۱۱ء، ص ۱۲ تا ۱۴
- (۳) حضرت سید محمد ہاشم شاہ قادری نوشاہی، ممتاز احمد ہاشمی، ادب معلیٰ، اپریل تا جون ۲۰۱۵ء، ص ۵۱
- (۴) سسی پنوں مرتبہ سید ممتاز احمد ہاشمی، شجرہ خاندان ہاشم شاہ مطبوعہ پس سرورق

(۵) یہ کلام مندرجہ ذیل کتب اور قلمی نسخوں میں منتشر ہے:

(الف) فیضان قادریہ (منتخب کلام ہاشم)، ہاشم اکیڈمی، راج پوت روڈ، ون پور ہلا ہور ۱۹۷۱ء
 (ب) چہار بہار معروف بہ خزائن الاسرار، ملفوظات نوشہ گنج بخش قادری، مرتبہ حضرت شیخ محمد ہاشم شاہ، مکتبہ نوشاہیہ، ڈوگہ شریف، گجرات ۱۹۷۹ء

(ج) چہار بہار مترجمہ شریف حسین شرافت نوشاہی، ہاشم شاہ میموریل ٹرسٹ، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور ۲۰۰۳ء

(د) تذکرہ ہاشمیہ، مؤلفہ ابوالضیاء قادری ہاشمی و محمد منظور الحق، جی این سنز پبلشرز، لاہور ۱۹۵۵ء

(ه) دیوان ہاشم شاہ، مملوکہ محمد انوار الحق نظامی، II-C-2-319، ٹاؤن شپ، لاہور (مخطوطہ)

(۶) دیوان ہاشم شاہ، مملوکہ محمد انوار الحق نظامی محولہ بالا

یہ قلمی نسخہ مولوی محمد اکبر ولد عالم شاہ ولد حیات شاہ ولد محمد شاہ ولد ہاشم شاہ کا نقل شدہ ہے۔ یوں ہاشم شاہ کا کلام اُن کی وفات کے اندازاً ایک صدی بعد نقل کیا گیا جو ہاشم شاہ کے دوسرے بیٹے محمد احمد شاہ کے پڑپوتے محمد انوار الحق نظامی کے پاس لاہور میں منقش عکسی نقل کی صورت میں اور حیات شاہ کے پڑپوتے ممتاز احمد ہاشمی کے پاس مولوی محمد اکبر شاہ کے قلم سے منقول صورت میں موجود ہیں۔

(۷) دیوان ہاشم شاہ (مخطوطہ)، مملوکہ محمد انوار الحق نظامی ص ۳۷ (۸) ایضاً ص ۷۴ (۹) ایضاً ص ۲۳-۲۴

(۱۰) ایضاً ص ۲۴ (۱۱) ایضاً (۱۲) ایضاً ص ۲۸ (۱۳) ایضاً ص ۵۹ (۱۴) ایضاً ص ۲۷

(۱۵) ایضاً ص ۲۳ (۱۶) ایضاً ص ۲۹ (۱۷) ایضاً ص ۶۵ (۱۸) ایضاً (۱۹) ایضاً ص ۲۵

(۲۰) ایضاً ص ۶۵ (۲۱) ایضاً ص ۲۳ (۲۲) ایضاً ص ۶۶ (۲۳) ایضاً ص ۵۹ (۲۴) ایضاً ص ۸۱

(۲۵) ایضاً ص ۵۹ (۲۶) ایضاً ص ۶۴ (۲۷) ایضاً ص ۷۶ (۲۸) ایضاً ص ۲۳-۲۴

(۲۹) ایضاً ص ۲۴-۲۵ (۳۰) ایضاً ص ۲۵ (۳۱) ایضاً ص ۲۶-۲۷ (۳۲) ایضاً ص ۲۸

(۳۳) ایضاً ص ۲۹-۳۰ (۳۴) ایضاً ص ۶۵ (۳۵) ایضاً ص ۶۸-۶۹ (۳۶) ایضاً ص ۷۳-۷۴

(۳۷) ایضاً ص ۷۴ (۳۸) ایضاً ص ۸۱ (۳۹) ایضاً ص ۵۸-۵۹ (۴۰) ایضاً ص ۲۳

(۴۱) ایضاً ص ۶۵-۶۶ (۴۲) ایضاً ص ۶۴ (۴۳) ایضاً ص ۵۹-۶۰